Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

حج

غلام جیلانی برق

حج کا مقصد صرف مقاماتِ مقدسہ کی زیارت ہی نہیں بلکہ عجز و نیاز میں ڈوب کر ربِ کعبہ کے حضور میں پیش ہونا، روحِ ابراہیمؑ کو زندہ کرنا، اور تسلیم و رضا کے سانچے میں ڈھل جانا ہے۔
زائر کعبہ کی یہ پکار :

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ۔

(اے اللہ! میں حاضر ہوں ۔ میں حاضر ہوں ۔ تو یکتا و لاشریک ہے ۔ میں حاضر ہوں)

دراصل طاعت و تسلیم کا عزم اور ترکِ گناہ کا عہد ہے ۔ ہر سال خدا و رسول کے لاکھوں دیوانے برہنہ سر دو اَن سلی چادروں میں ملبوس عرفات و منیٰ کی بے آب و گیاہ وادیوں میں جمع ہو کر اپنی نادانیوں پر ماتم کرتے اور اللہ سے رحم و کرم کی بھیک مانگتے ہیں ۔ ساتھ ہی انہیں جب یہ خیال آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضور صلعم تک سینکڑوں انبیاء نے یہیں کھڑے ہو کر نوعِ انساں کی فلاح کے لئے دعائیں مانگی تھیں تو روح نیاز و گداز کی کیفیات سے چھلکنے لگتی ہے اور زبان بے ساختہ پکار اُٹھتی ہے :

انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً (انعام : ۸۰)

(میں نے موحد بن کر اپنا منہ خالقِ ارض و سما کی طرف موڑ لیا ہے)

کعبہ کی اہمیت | قرآن مقدس کی رُو سے کعبہ کی اہمیت تین وجوہ سے ہے :

اوّل : وہ ملت کا مرکز ہے ۔

دوم : وہ مرجع و مامن ہے ۔

سوم : وہ علوم کونی کی درس گاہ ہے ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

مرکزِ ملت

ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام۔(البقرہ ۱۴۹)

(تم جہاں کہیں سے بھی نکلو اور جدھر بھی جاؤ نماز میں منہ کعبہ کی طرف کرو۔)

دوران نماز دل میں اللہ کا تصور ہوتا ہے اور سامنے کعبہ کی تصویر۔ ممکن ہے کہ کسی ٹکسالی موحد کے ہاں یہ صورت توحید کے منافی ہو۔ لیکن میرے ہاں نہیں۔ کعبہ صرف معبد ہے معبود نہیں۔ سجدہ گاہ ہے مسجود نہیں۔ قبلہ نما ہے قبلہ نہیں۔

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں (غالبؔ)

اللہ نے اسے سمتِ عبادت اس لئے بنایا ہے کہ یہ تمام انبیاء کی سجدہ گاہ رہی ہے۔ ابوالانبیاء (خلیل اللہؑ) نے اسے بنایا۔ اور خاتم الانبیاء نے اصنام کو ہٹا کر ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے آثار سے اسے از سرِ نو سجایا۔ یہ مقام اتنا مبارک، تاریخی اعتبار سے اتنا مقدس اور کثرتِ نزولِ جبریل کی وجہ سے اتنا عظیم ہے کہ دنیا بھر میں کوئی اور عمارت اتنی جلیل و جمیل نہیں۔ خدا بھی بے مثال اور یہ بھی بے نظیر۔ تو پھر اسے اللہ کا گھر کیوں نہ کہیں؟ ملتِ اسلامیہ بلکہ ابن آدم کا مرکز کیوں نہ سمجھیں؟ اور اس کے سمتِ عبادت ہونے پر کیوں ناز نہ کریں؟

اس وقت دنیا (خصوصاً مغرب) بے شمار مصائب میں مبتلا ہے۔ یورپ میں خواتین آزاد ہو گئی ہیں اور اولاد آوارہ۔ نا ؤ نوش نے جسمانی صحت اور معاشری توازن کا جنازہ نکال دیا ہے۔ سرمایہ داری و اشتراکیت دونوں ناکام ہو چکی ہیں۔ اور انسان، فلاح و سکون کے لئے کسی نئی قیادت کی تلاش میں ہے۔ یہ قیادت بالآخر اُسے اللہ کے گھر سے ملے گی اور یوں قرآن حکیم کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہے گی:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً و ھدیً للعالمین (عمران ۹۵)

(دنیا کا وہ پہلا مبارک گھر جو انسان کی رہنمائی کے لئے تعمیر ہوا تھا۔ مکہ میں ہے)

مرجع و مامن

ایک زمانہ تھا کہ عباسی خلیفہ کی منظوری کے بغیر گرد و نواح کے سلاطین کوئی اہم فیصلہ نہیں

کر سکتے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے اُن کے درباروں میں سفیروں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس کی وجہ ان کی اخلاقی، روحانی اور عسکری قوت تھی۔ یہی مقام آج امریکہ اور روس کو حاصل ہے۔ جہاں کوئی تضاد یا تصادم کی صورت پیدا ہوتی ہے متعلقہ ممالک کے مشن واشنگٹن اور ماسکو کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ لیکن آثار ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ شاید تیس چالیس سال تک یہی مقام کعبہ کو حاصل ہو جائے۔ تیل کی وجہ سے دنیا بھر کی دولت عرب میں جمع ہو رہی ہے۔ اس سال (۱۹۷۵ء) سعودی عرب نے ۹۵ ارب ۹۸ کروڑ ریال کا بجٹ پیش کیا ہے۔ یعنی تقریباً تین کھرب ۸۰ ارب روپے کا۔ ملک کی آبادی ایک کروڑ سے بھی کچھ کم ہے۔ اگر یہ رقم ساری آبادی پر برابر برابر تقسیم کر دی جائے تو ہر فرد کو تقریباً چالیس ہزار روپے مل جائیں گے۔ سلاطینِ عرب یہ دولت کارخانوں، فوج، اسلحہ، طیاروں اور علوم وفنون کے فروغ پر صرف کر رہے ہیں۔ اگر ان کی یہ رفتار قائم رہی تو ایک نہ ایک دن کعبہ مقامِ امن اور مرجعِ اقوامِ عالم بن جائے گا۔ اللہ کی مشیت یہی معلوم ہوتی ہے:

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی۔

(بقرہ: ۱۲۵)

(وہ وقت یاد کرو جب ہم نے کعبے کو مقامِ امن اور مرجعِ اقوامِ عالم بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ مقامِ ابراہیم (کعبہ) کو مقامِ عبادت بناؤ)

قرآن مقدس کا فیصلہ یہ ہے کہ توانائی کا سرچشمہ روح ہے۔ اور روح علم اور عبادت سے فعال بنتی ہے:

مسلماناں بمسجد صف کشیدند
گریبانِ شہنشاہاں دریدند (اقبال)

یا

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا (اقبال)

ایک دفعہ فاروقِ اعظمؓ نے فاتحِ ایران سعدؓ بن ابی وقاص کو لکھا کہ

"اپنی فوج کو عبادت کا حکم دو۔ کیونکہ اگر ہم دشمن کو تقوٰے سے شکست نہ دے

سکے تو مادی قوت سے کبھی نہیں پچھاڑ سکیں گے "

اگر آج کے عربوں نے پھر روحانی، علمی اور مادی توانائیاں پیدا کر لیں تو وہ ناقابلِ شکست بن جائیں گے اور دنیا دوبارہ اُن کے سامنے جھک جائے گی۔

کائناتی علم کی یونیورسٹی

دنیا ترقی کرتے کرتے اس منزل تک آپہنچی ہے کہ جو قوم علمِ کائنات سے مسلح نہیں وہ زندہ رہنے کا حق کھو دے گی۔ جب مشیّتِ الٰہیہ نے یہ طے کر لیا کہ کعبہ مقامِ امن، مرجعِ اقوام اور سرچشمۂ ہدایت بنے تو مسلمانانِ عالم کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ کعبہ کو یہ مقام دلانے کے لئے شب و روز کوشش کریں، مشینیں لگائیں، تجربہ گاہیں قائم کریں، بطنِ زمین سے معادن نکالیں، کیمبرج اور آکسفورڈ جیسی درجنوں یونیورسٹیاں قائم کریں۔ ہر پتّے، ذرّے اور قطرے کے باطن میں جھانکیں۔ علم کی کمند آسمانوں پر پھینکیں اور ارض و سما کے تمام اَسراریوں بے حجاب کر دیں کہ عرش سے ندا بلند ہو:

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشھر الحرام والھدیٰ و القلائد ذالک لتعلموا ان اللّٰہ یعلم ما فی السمٰوات وما فی الارض وان اللّٰہ بکل شیئٍ علیم۔ (مائدہ : ۹۷)

(اللہ نے اس مقدس گھر کعبہ، مقدس مہینوں اور قربانی کے جانوروں کو مِلّت کی قوت (روحانی) کا ذریعہ بنایا ہے۔ کعبہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ کے وسیع علم کا، جو ارض و سما کے تمام اسرار سے آگاہ ہے، اندازہ لگا سکو اور اس حقیقت کا بھی کہ وہ سب کچھ جانتا ہے)

اس وقت اللہ کے ہمہ گیر علم کا اندازہ لگانے کے لئے کعبے میں کوئی درس گاہ موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ ہمارا ایمان ہے کہ دیر و زود اللہ کا منشا پورا ہو کر رہے گا۔ اور کعبہ ساری کائنات کا علمی و روحانی مرکز بن جائے گا۔

اعادۂ تاریخ

حج کیا ہے؟ حضرت آدمؑ سے حضورؐ تک کی کچھ تاریخ کا اعادہ و مشاہدہ۔ مثلاً:

طواف حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ قربانی دینے والا پہلے قربانی کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتا تھا۔ اور پھر قربانی پیش کرتا تھا۔ حضورؐ نے اس طواف کو ابراہیمی نماز کہا تھا۔ (ترمذی)

حجرِ اسود تاریخ بتاتی ہے کہ کعبہ بارہا گرا، اور از سرِ نو تعمیر ہُوا۔ اب حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ کے رکھے ہوئے پتھروں میں سے غالباً کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی ہے بھی تو یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ کون سا ہے۔ البتہ ایک پتھر جوں کا توں باقی ہے اور وہ ہے حجرِ اسود۔ جسے باب الکعبہ کی بائیں طرف حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لگا کر اسے طواف کا نقطۂ آغاز قرار دیا تھا۔ اسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اِسے حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ بے شمار انبیاء، اولیأ، صحابہ اور دیگر عشاق نے مس کیا ہے۔ اور جب آج ہم اُسے چھُوتے ہیں تو یہ لمس روح میں بجلیاں بھر دیتا ہے۔ اور نفسِ امّارہ کی دھجیاں اُڑا دیتا ہے۔

صفا و مروہ کی دوڑ اور زمزم روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو چھوڑ کر واپس چلے گئے اور پانی کی مشک ختم ہوگئی تو پیاس کی شدت سے اسماعیل ایڑیاں رگڑنے لگے۔ اس وقت حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر چڑھتیں اور کبھی مروہ پر۔ خدا کی شان ایڑیوں کے رگڑنے سے وہاں پانی رسنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے اسے کرید کر چشمہ بنا دیا۔ اور بعدازاں لوگوں نے وہاں کنواں کھود لیا۔ جو آج بھی موجود ہے۔

عرفات نویں ذی الحجہ کو تمام حاجی میدانِ عرفات میں جمع ہو کر زوال سے غروب تک معروفِ دعا رہتے ہیں۔ اور اسی کا نام حج ہے۔

جنت سے نکلنے کے بعد دو سو سال تک آدم و حوّا ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے اور بالآخر ان کی ملاقات عرفات میں ہوئی۔ یہیں ایک پہاڑی جبل الرحمۃ کے نام سے مشہور ہے جس پر چڑھ کر حضورؐ نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور وہاں ایک سفید پتھر نصب کر دیا گیا تھا۔ جو اب بھی موجود ہے۔

مِنیٰ منیٰ کی وادی سے یہ روایت بھی وابستہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند کو لے کر قربان گاہ کی طرف چلے تو شیطان نے انہیں ورغلانا چاہا۔ لیکن آپ نے اُسے کنکر مارے اور وہ بھاگ گیا۔ بعدازاں وہ حضرت ہاجرہ کے پاس گیا۔ آپ نے بھی اسے پتھر مارے۔ آخر میں اسماعیل کے پاس گیا اور وہاں بھی اُس سے یہی سلوک ہوا۔ ان تینوں مقامات پر تین ستون شیطان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور ان پر حاجی سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ اُس زمانے میں کنکریاں اظہارِ نفرت اور لعنت برسانے کی علامت تھیں۔ کہتے ہیں کہ خلیل اللہ نے منیٰ ہی میں اپنے فرزند کے گلے پر چھُری پھیری تھی۔ لیکن سید سلیمان ندوی کا خیال یہ ہے کہ "قربانی کا اصلی مقام مروہ تھا۔" (سیرت النبیؐ جلد پنجم ص ۲۶۳)

سر مُنڈانا حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ غلام کو آزاد کرتے وقت اس کا سر مونڈ دیا جاتا تھا۔ جب ایک حاجی قربانی دے چکتا ہے تو گویا وہ شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس لئے سر منڈا لیتا ہے :

ولا تحلقوا رؤسکم حتیٰ یبلغ الھدیٰ محلہ ۔ (بقرہ : ۱۹۶)

(جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے۔ سر نہ منڈاؤ)

مقامِ ابراہیمؑ جب کعبہ کی دیوار اتنی بلند ہوگئی کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکتا تو آپ ایک پتھر پر چڑھ کر چنائی کرنے لگے۔ یہ پتھر مقامِ ابراہیم کہلاتا ہے اور آج بھی موجود ہے۔

حطیم بیت اللہ کے شمال میں دیوار کے ساتھ میزابِ رحمت کے عین نیچے نیم دائرہ کی صورت میں ایک جگہ حطیم کہلاتی ہے۔ اس کے گرد ایک دیوار ہے جس کا محیط باہر سے ۴۰ گز اور اندر سے ۲۸ گز ہے۔ اس پر کوئی چھت نہیں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ اور پھر حضرت اسماعیلؑ رات کے وقت اس میں ریوڑ بند کیا کرتے تھے۔

مجموعۂ عبادات حج تمام عبادات کا مجموعہ ہے۔ حاجی کے شب و روز رکوع و سجود اور تسبیح و تہلیل میں گزرتے ہیں۔ اسے اتنی فرصت کہاں کہ لذیذ کھانے تیار کرائے یا اس پہلو کی طرف توجہ ہی دے۔ یوں سمجھئے کہ وہ نیم صائم بن جاتا ہے۔ ایامِ حج میں وہ فیاضی سے خیرات دیتا ہے۔ زکوٰۃ

کا منشا ہی یہی ہے کہ مال کی محبت دل سے نکل جائے۔ اور مساکین و یتامیٰ کی محبت اس کی جگہ لے لے۔ حج مسلسل جہاد ہے ہوا و ہوس کے خلاف۔ معصیت، کاہلی، غفلت، بغض و نفرت، امتیازِ رنگ و نسل اور تمیزِ آقا و بندہ کے خلاف، یوں سمجھئے کہ حج تمام عبادات کا مجموعہ ہے۔

حرفِ آخر

ماحصل یہ کہ مقدس مقامات کی سیر ان آیات و بیّنات کے مشاہدہ، عجز و نیاز کے اس سیلِ بیکراں، مساوات و اخوّت کے اِن رُوح پَرور مناظر کو دیکھ کر زائر ایمان و عشق کی کیفیات میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ وہ ربِ کعبہ کے پاؤں پر جبیں رکھ کر اللّٰھم لبیک کے نعرے لگاتا ہے اس کی رگ رگ میں بجلیاں دوڑنے لگتی ہیں۔ ہر ہر قدم پر اس کی روح جھومتی اور رقص کرتی ہے۔ اور یہی وہ پاکیزہ لذت ہے جس کی تلاش میں زائر یہاں آتا ہے۔ اور شاید اسی کا نام حج ہے۔